P. O. RGD. No. A 922

ہماری زبان

انجمن ترقی اُردو (ہند) علیگڑھ کا پندرہ روزہ اخبار

قیمت فی پرچہ دو آنے | سالانہ چندہ دو روپے

جلد ۱۰ | ۱۵ فروری سنہ ۱۹۵۱ع | ایڈیٹر۔ قاضی عبدالغفار | ۸ جمادی الاول ۱۳۷۰ هجری | نمبر ۲۸

کچھ گزری ہوئی باتیں

"کسی صوبہ یا ضلع یا جنتا پر ایک بھاشا یا ہندی کے ایک روپ کو لادنے کا جتن کرنا دیش کی سب سے بڑی بھلائی کے لئے زہر ہے .... مسلمانوں پر یا دوسرے ایسے لوگوں پر جو ہندی سے انجان ہیں اسے زبردستی لادنے کی ہمیں کسی طرح کی کوئی کوشش نہیں کرنی چاہئیے"

م۔ ک۔ گاندھی

(ہریجن سیوک ۳ جولائی ۱۹۳۷ع)

اتر پردیش کی میونسپل کیٹیاں اور ڈسٹرکٹ بورڈ کس طرح اردو کو فنا کرنے کی تدبیریں کر رہی ہیں اس کا حال معلوم کرنے کے لئے آیندہ اشاعت کا انتظار کیجئے۔

کچھ اپنی باتیں

کوئی سنیگا؟

زبان کے مسئلہ پر ہمارے چند رہنما جن میں سب سے نمایاں وزیر اعظم جواہر لال نہرو ہیں ابھی تک مہاتما جی کے نقطہ نظر سے دست بردار نہ ہو سکے۔ نیتاؤں کا ایک بڑا گروہ انکی اس ضد کو حماقت سمجھتا ہے۔ بہر حال وہ اپنی صاف اور سیدھی بات بار بار کہے چلے جاتے ہیں اور کسے معلوم کہ ایک دن پھر اُن ہی کی بات پروان چڑھے۔

احمد آباد میں ہندی ہندستانی پرچارنی سبھا کے ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے وزیر اعظم نے زبان کے مسئلہ کے متعلق ان نیتاؤں کی اندھیری گلی میں جو ہندی تہذیب اور کلچر کا ایک ڈھونگ رچا کر ہندی کی جگہ سنسکرت کو تخت نشین کرنے کی فکر میں ہیں عقل کا پھر ایک چراغ روشن کیا۔ انھوں نے کہا کہ ہندی اور اُردو کے متعلق ایک عجیب بحث چھڑی ہوئی ہے۔ ہندی کا پرچار کرنے والے کہتے ہیں کہ اُردو ایک غیر ملکی زبان ہے حالانکہ یہ غلط ہے۔

اردو اتنی ہی ملکی زبان ہے جسقدر کہ ہندی ۔ اب ہندی کے یہہ حامی بیتابی کے ساتھہ یہہ کوشش کر رہے ہیں کہ "مصنوعی طریقہ پر" ہندی کو ترقی دی جائے ۔ **وہ ایک ایسی زبان بنارہے ہیں جو عام ادمی کی سمجھہ مین نہین آتی ۔**

ہندی حقیقتاً ایک بڑی قومی زبان بن سکتی ہے "اگر وہ اپنا دروازہ کھلا رکھے اور تمام دوسری زبانوں کے موزون الفاظ اختیار کرے" کسی زبان کی قوت اس بات پر منحصر ہے کہ اسمیں مسلسل ترقی کرنے کی اور تمام ذرائع سے الفاظ لیکر پہلنے کی اہلیت ہو "

"ہم دیکھتے ہیں کہ ہندی کا پرچار کرنے والے ہندی کو ایک جدید زبان بنانے کی کوشش کر رہے ہیں ۔ وہ ہر قسم کے مصنوعی طریقے اختیار کر رہے ہین تاکہ ایسے نئے الفاظ کے سکے ڈھالیں جو کسی کی سمجھہ میں نہیں آتے" یہہ رجحان زبان کی ترقی کے لئے مضر ہے، ہر ذریعہ سے دوسری زبانوں کے الفاظ کو زبان میں شامل کرنا چاہئیے ۔ میں کوئی وجہ نہیں دیکھتا کہ کیوں انگریزی کے الفاظ ہندی میں شامل نہ کئے جائیں، ہندی کے وطن اتر پردیش میں وہ لوگ جو اپنے کو تعلیم یافتہ کہتے ہیں ایک عجیب قسم کی ناقابل فہم زبان بولنے لگے ہیں ۔

ایسی زبان جو عام ادمی کی سمجھہ مین نہ ایسے کوئی زبان نہین ہے اور اسے عوام کبھی قبول نہ کرینگے ۔

راجیہ ہندی پرچار سبھا مین تقریر کرتے ہوئے امرناتھہ جہانے جو چند روز پہلے تک ہندی کے بجائے سنسکرت کو قومی زبان بنانے کی تجویز پیش کیا کرتے تھے ہندی کے بجائے مادری زبانوں کو ذریعہ تعلیم بنانے پر زور دیا ۔

انہوں نے کہا کہ، میں ہندی کے حامیوں میں سے ہوں، لیکن میں افسوس کے ساتھہ یہہ کہنا چاہتا ہوں کہ ابھی ہندی اپنے کو اس لایق نہیں بنا سکی ہے کہ وہ یونیورسٹیوں میں ذریعہ تعلیم بن سکے ۔ ہندی ساہتیہ سمیلن الہ آباد اور ناگری پرچارنی سبھا بنارس نے اب تک کوئی اونچا لٹریچر پیش نہیں کیا ۔

ڈاکٹر جہانے کہا کہ حکومت کو چاہئے کہ وہ ان چودہ زبانوں کو بھی جنھیں دستور ہند میں قانونی مرتبہ دیا گیا ہے مساوی طور پر امداد دے اور اس معاملہ میں ریاستی اور مرکزی دونوں حکومتوں کو مختلف زبانوں کے ساتھہ یہی رویہ رکھنا چاہئے ۔

انہوں نے کہا کہ مادری زبان کے بعد راشٹر بھاشا کا درجہ آتا ہے ۔ ہمارے ملک کی جو راشٹر بھاشا ہوگی وہ ایسی ہندی ہوگی جس پر پورے ملک کی بھاشاؤں کی چھاپ ہو ۔ اور یہہ بات دستور ہند میں بھی مان لی گئی ہے اس لئے ہندی کو راشٹر بھاشا کا روپ دینے میں غیر علاقہ کے لوگوں کا بھی بڑا ہاتھہ ہونا چاہئے ہندی والوں کو قدرتی طور پر اپنی مادری زبان سے دلچسپی ہوگی لیکن اس کے معنی یہہ ہرگز نہیں ہیں کہ وہ دوسروں کی مادری زبان کو نقصان پہونچائیں یا اس کے ساتھہ دشمنی کا برتاؤ کریں ۔

ڈاکٹر جہانے کہا کہ ہندی والوں کو ہندی کے نام پر سنسکرت کے الفاظ کے ساتھہ زیادتی نہ کرنی چاہئے ۔ وہ موقعہ بے موقعہ شدھ ہندی کے نام سے استعمال کرکے سنسکرت کے الفاظ کو بھی بگاڑتے ہیں اور دوسری زبان والوں میں کھلبلی بھی پیدا کرتے ہیں ۔

ہندی میں سنسکرت بھرنے کے معاملہ میں ڈاکٹر جہانے کہا کہ سنسکرت کبھی بھی جنتا کی بھاشا نہیں رہی ہے ۔ سنسکرت

پنڈتوں اور بڑے بڑے درباریوں کی زبان رھی ھے - عام لوگ پراکرت بولا کرتے تھے جب ھمیں ھندی کو جنتہ کی زبان بنانا ھے تو یہہ ظاھر ھے کہ اس کا روپ بھی سادہ اور عام ھونا چاھئیے -

پھر انھوں نے غالب کا یہہ شعر پڑھا کہ

آگے آتی تھی حال دل پہ ھنسی
اب کسی بات پر نہیں آتی

اور کہا کہ ایسی اردو پر ھمیں کوئی اعتراض نہیں ھونا چاھئیے - مہا کوی تلسی داس نے جب رامائن میں غریب نواز کا لفظ استعمال کیا ھے تو پھر شدھ ھندی کے نام سے' بھاشا سے چالو الفاظ نکالنے کی کوشش فضول اور نقصان دہ ھے" -

ڈاکٹر جہا کی زبان سے یہہ الفاظ سنکر ھمیں حیران نہیں ھونا چاھئیے - شروع میں ھندی کو سنسکرت کا چولا پہنانے اور دوسری زبانوں پر فایق کرنے کی جو احمقانہ کوششیں کی گئی ھیں انکا نتیجہ یہہ ھوا ھے کہ دوسری علاقہ واری زبانوں کے حامیوں کے کان کھڑے ھو گئے اور انھوں نے دیکھا کہ راج بھاشا اور راشٹر بھاشا کے نام سے ھندی والے انکی مادری زبان کی جڑ کاٹ رھے ھیں' اس لئیے جدید ھندی کے خلاف بغاوت کی آوازیں بلند ھونے لگیں - اب سنسکرتی ھندی کے حامیوں کو ایک جھٹکا لگا اور اب ان میں سے بعض بعض کا لہجہ بدلنے لگا ھے -

مسٹر منشی نے بھی جو سنسکرت کے بڑے حامی ھیں حال ھی میں اپنی تقریر میں اسی قسم کی کروٹ لی ھے -

مسلم یونیورسٹی کے کنووکیشن میں تقریر کرتے ھوئے گذشتہ ھفتہ مرزا اسمعیل نے دستور ساز مجلس کے اس فیصلہ پر افسوس کیا کہ ھندی کو صرف دیوناگری لکھاوٹ میں قومی زبان تسلیم کیا گیا - انھوں نے کہا وہ تو اسے بہتر سمجھتے کہ "راشٹری پتا" کی ھدایت کے بموجب ھندستانی زبان دونوں لکھاوٹوں میں اختیار کی جاتی - پھر بھی انھوں نے یہہ یقین ظاھر کیا کہ ھندستانی جو ھندو مسلم کلچر کی مشترکہ پیداوار ھے ضرور ترقی کریگی -

کانگریس کے صدر ٹنڈن جی نے احمدآباد میں ھندی کے کامیاب طلبا کو سندیں تقسیم کرتے ھوئے گجرات کی تعریف کی کہ وھاں ھندی زبان کو خوب ترقی دی گئی ھے اور فرمایا کہ

"مہاتما گاندھی ھندی پرچار کو اتنا ھی اھم سمجھتے تھے جتنا کہ سوراج حاصل کرنے کو"۔ ٹنڈن جی اور انکے ھم خیال نیتاوں نے "نصف سچائی" کے پیش کرنے کے فن میں کمال حاصل کیا ھے! جن عجیب طریقوں سے وہ مہاتما جی کا نام لیکر عوام کو گمراہ کرتے ھیں انکی بیسوں مثالیں ھر روز ملک کے اخباروں میں نظر آتی ھیں - مہاتما جی کا حوالہ دیتے ھوئے وہ پوری بات کبھی نہیں کہتے - انکا طریقہ اس اسکول ماسٹر کا سا ھے جس نے اپنے مدرسہ کے طالبعلموں کے سامنے زمین میں ایک کھونٹا گاڑ کر کہا تھا کہ دیکھو ٹھیک اسی کی نوک کے سامنے زمین کی گولائی کا مرکز ھے! طالبعلم بیچارے اس بات کا یقین نہ کرتے تو کیا کرتے - ھمارے ان نیتاوں کا یہی ڈھنگ بھی ھے کہ بات تو اپنے مطلب کی کہینگے لیکن عوام اور جہلا کو مہاتما جی کا نام ضرور سنا دینگے - اب وھاں ان سے یہہ سوال کرنے والا کون ھوسکتا ھے کہ جناب! پوری بات ارشاد فرمائیے کہ مہاتما جی نے کیا کہا تھا - کیا یہہ ھندی تھی جو ٹنڈن جی بول رھے ھیں جسکی سفارش مہاتما جی نے کی تھی، اور کیا صرف ایک ھی رسم الخط تھا جسمیں وہ قومی زبان سکھانا چاھتے تھے؟ - حقیقت یہہ ھے کہ "آدھا سچ" پورے جھوٹ سے بدرجہا زیادہ خطرناک ھوتا ھے"!

مولانا تاجور مرحوم

مولانا تاجور کی وفات اردو زبان کی علمی اور ادبی دنیا کا بہت بڑا نقصان ہے۔ مرحوم نے علم و ادب کی خدمت کے علاوہ ایک لایق اور فرض شناس استاد کی حیثیت سے بھی قوم کے ہزاروں ہونہاروں میں صحیح ذوق پیدا کیا تھا۔ ایسی فرض شناس ہستیوں کی وفات جو اپنی زندگی کو خدمت خلق میں صرف کرتے ہیں ابدی زندگی بن جاتی ہے۔ مرحوم اپنے خاکی جسم کے ساتھ ہماری آنکھوں سے بلاشبہ اوجھل ہو گئے ہیں مگر دلوں کی دنیا میں اپنے کارناموں کے ساتھ ہمیشہ زندہ رہیں گے۔

مولانا سیماب مرحوم

اس قحط الرجال کے زمانے میں کسی موثر اور ممتاز ہستی کا اٹھ جانا ایک قومی سانحہ ہے جس کی تلافی ممکن نہیں۔

۱۹۵۰ ع میں دو نامور شخصیتیں سر عبدالقادر اور ڈاکٹر تاثیر مرحوم ہم سے جدا ہوئی تھیں۔ ابھی ہم انہیں کے صدموں سے سنبھلنے نہ پائے تھے کہ ۱۹۵۱ ع نے آتے ہی دو اور ممتاز اور لایق فخر ہستیوں مولانا تاجور اور مولانا سیماب کو ہم سے چھین لیا۔

مولانا سیماب استاد داغ مرحوم کے شاگردوں میں اپنی انفرادیت کی وجہ سے ایک خاص مقام رکھتے تھے اور تقسیم سے پہلے اپنے "قصر الادب آگرہ" میں بیٹھ کر شعر و ادب کی جو خدمتیں کر گئے ہیں ان کو اردو زبان کا مورخ فراموش نہیں کرے گا۔ شعر و شاعری کی دنیا میں "دہلی اسکول اور لکھنو اسکول" کے علاوہ انہوں نے ایک تیسرا اسکول "آگرہ اسکول" کے نام سے بھی کھولا تھا جس میں ان کے شاگردوں کی ایک بڑی تعداد شامل تھی۔

مولانا سیماب ہی حیثیت سے اردو زبان کے محقق اور فاضل شاعر تھے۔ اس لحاظ سے ان کی موت اردو شاعری کا ناقابل تلافی نقصان ہے۔

ہلکے ہلکے اشارے

منگل پربھات ایک ہندی کا رسالہ ہے جسمیں ایک دو صفحے اردو کی لکھاوٹ میں بھی لکھے جاتے ہیں۔ آسکی شدھ ہندی کا ایک نمونہ ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے:-

"جو بھی کرانتی کرنی ہو اس کا ایک پرتیک مقرر کرنا پڑتا ہے۔ ساماجک اونچ نیچ بھاو دور کر کے سمانتا اور آتمیتا ستھاپن کرنے کے لئے جو ساماجک کرانتی آوشیک تھی اس کا پرتیک گاندھی جی نے بنایا۔ اسپرشیتا نوارن۔

بھارت کے بھن بھن دھرمی، بھن ونشی بھن بھاشی سب ورگ کے لوگوں میں آتمیتا آپن کرنے کی راشٹریہ کرانتی کا پرتیک گاندھی جی نے بنایا ہندو مسلم ایکتا۔

گرامین سنسکرتی کے پردھار دوارا سواولمبن' سوبھبورنتا اور ستادھان کے ادرش والی آرتھک رچنا کا اور اھنسک سماج کی ستھاپنا کا پرتیک گاندھی جی نے بنایا کھادی اور گراموديوگ ۔

اگر ہم صرف اسپرشیتا اوارن ہی سے کر یچیں' مسلمانوں کے ساتھہ اوروده کی نیتی مقرر کرکے ہی سنتوش مانیں اور کھادی پہننا آدھ گھنٹا سوت کاتنا اتنا ہی اپنا دھرم سمجھیں تو جیوَن وياپی کرانتی سدھ نہیں ہوگی ۔"

آپ اس تحریر کے جو معنے چاہیں سمجھہ لیں لیکن ہم اس معاملہ میں اپکی مدد کرنے سے قاصر ہیں! ۔ یہہ راج بھاشا بھی ہے اور راشٹر بھاشا بھی!!

بمبئی کانگریس کمیٹی کی طرف سے یوم جمہوریت پر آزادی کا جو عہد نامہ پڑھنے کے لئے شائع کیا گیا تھا ذرا اس کا بھی ایک نمونہ ملاحظہ ہو :- ہم بھارت کے لوگ بھارت کو سمپرن' ستادھاری پرجا تنترآتمک گنڑ راجیہ نرمان کرنے تتھا اس کے سمست جنسپدوں کو نیائے' سماجک' آرتھک اور راج نیتک سوتنتر وچار کی' ابھویکتی کی' وشوش کی' دھرم کی اور اوپاسنا کی سمتا پرستھتی کی اور اوسر کی پراپت کرانے' تتھا ان سب میں بند ہوتا جس سے ویکتی کی گریمائی اور راشٹر کی ایکتا سونشچت ہو' دروهن کرنے کے هتیو بھاریہ ودھان پرستاؤ تا کی پنہاپشٹی کرتے ہیں!

چونکہ یہہ "آزادی کا عہد نامہ" ہے اس لئے ہر شہری کا فرض ہے کہ بغیر سمجھے ہی پڑھے !!

لکھنو میں "یوم منظوری دستور ہند" کی تقریبوں کے سلسلہ میں ایک مشاعرہ اور کوی سمیلن کا انتظام کیا گیا تھا۔ بقول ایک معاصر کے کوی سمیلن میں پڑھنے والوں کا کلام عام پبلک کی سمجھہ میں نہ آیا اور داد سخن کے بجائے ایسے نعرے اور مظاہرے ہوئے کہ کئی حضرات کو واک آوٹ کرنا پڑا اور کوی سمیلن ملتوی کردیا گیا اور اردو کے مشاعرہ کو پبلک نے اس توجہ سے سنا کہ ہندی سامراجی ذہنیت رکھنے والوں کے لئے سوائے اس کے اور کوئی اور چارہ کار نہ رہا کہ وہ اس غنڈہ گردی پر اتر آئیں کہ یہہ نعرے لگائے "لکھیں کہ جب کوی سمیلن نہ ہوسکا تو ہم مشاعرہ بھی نہ ہونے دیں گے ۔" اور ایسا ہی ہوا ۔

عجیب بات یہہ ہے کہ مشاعرے کو جاری رکھنے پر جو اصحاب اصرار کررہے تھے وہ زیادہ تر اکثریتی فرقے سے تعلق رکھتے تھے مگر اسکو کیا کیجئے کہ اونکی مادری زبان اردو تھی ! جدید ہندی کے سامراج کے لئے بڑی مشکل تو اسوقت آپڑتی ہے جب خود ٹنڈن جی اور ڈاکٹر جہا بھی اردو کے شعر پڑھنے لگتے ہیں !!

یہہ ایک اخباری خبر ہے :-

لکھنو ۹ جنوری ۔ یو' پی میں ادنی درجہ کے ملازمین اپنے افسروں کو مخاطب کرتے وقت حضور اور سرکار کے الفاظ .... استعمال کیا کرتے تھے ۔ اب ان کا استعمال بند کیا جارہا ہے ۔ ایک سرکاری اعلان میں بتایا گیا ہے کہ اب دونوں الفاظ کی بجائے شریمان اور شریمان جی کہا جائے ۔ اگرچہ ان الفاظ سے احترام ظاہر ہوتا ہے لیکن جدید دور میں ان کے لئے جگہ نہیں رہی ہے ۔ (ث ۔ ا)

یعنی "حضور" اور "سرکار" بھی رخصت!

مشرقی پاکستان کی مسلم لیگ نے مطالبہ کیا ہے کہ پاکستان کی سرکاری اور قومی زبان عربی ہونی چاہئے .... اب تو ہم سمجھتے ہیں کہ ان لوگوں کے لئے کافی گنجایش نکل آئی جو ہندستان میں سنسکرت کو قومی اور سرکاری زبان بنانا چاہتے ہیں ۔

............اب معاملہ صاف ہے ۔ پاکستان میں عربی بولی جائیگی جسے عوام نہ سمجھہ سکینگے اور ہندستان میں سنسکرت جو پنڈتوں کے سوا کسی کی سمجھہ میں نہ آئیگی ...... دونوں جگہ بیسویں صدی کے یہہ منیارہ بابل تعمیر ہوجائینگے! ۔ اس آزادی میں خرابی اور کمی اگر کچھہ ہے تو صرف عقل کی !!

خیر مقدم

(از جناب مولانا انور صابری)

(یہ نظم امام الہند حضرت مولانا آزاد کی دیوبند میں تشریف آوری کے موقع پر ۸ فروری سنہ ۱۹۵۱ء کو پڑھی گئی)

خیر مقدم کے لئے فرش نظر پیش کروں   نقد جاں نذر کروں قلب و جگر پیش کروں
محترم ضیف لئے ہدیہ اخلاص حیات   فکر و احساس کی معراج اثر پیش کروں
ہیں جو رقصاں نگہہ شوق کے گہوارے میں   حاصل ولولۂ دل وہ گہر پیش کروں
جس کی پرواز کو ہے وسعت کونین بھی کم   اپنے سینہ کا وہ معصوم شرر پیش کروں
سامنے اس کے جو ہے نبض شناس فطرت   شام ہستی کی پر امید سحر پیش کروں
روح محمود نے بھیجی ہے جو بھر تبریک   عالم قدس کی پر کیف خبر پیش کروں
منبع علم تری ذات گرامی کے حضور!   تحفہ راز قضا سر قدر پیش کروں

ذرہ ذرہ ہے یہاں وقف دعا تیرے لئے
مادر علم کا آغوش ہے وا تیرے لئے

سلسلہ تیرے روابط کا قدیمانہ ہے   عزم محمود کا تو محرم فرزانہ ہے
قلب احساس پہ وہ "آمد مسٹن" کی خراش   آج تک میرے لئے حاصل افسانہ ہے
مالٹا کے در و دیوار بنے جسکے امین   تو اسی راز کا عنوان حکیمانہ ہے
یاس انگیز مراحل سے الجھکر سو بار   فاتح وقت تری ہمت مردانہ ہے
ساقی کوثر و تسنیم کے میخوار نظر   غفلت معصوم تری شوخی رندانہ ہے
ظلمت آباد جہاں ہے تیرے دم سے روشن   بزم امروز کی تو شمع سیہ خانہ ہے
صاحب ہوش و خرد ہے ترا انداز جنوں   تجھ کو دیوانہ جو کہتا ہے وہ دیوانہ ہے

ساز شکرانہ غم سوز تمامے خواہم
از مقامات حیات تو مقامے خواہم

دور ماضی کی حکایات کہوں کیا تجھ سے   تو سمجھتا ہے اشارات کہوں کیا تجھ سے
سامنے ہے ترے اسلاف کی "تاریخ وفا"   وہ بہ عنوان روایات کہوں کیا تجھ سے
خدمت ملک کی راہوں میں بہت صبر شکن   تجھ پہ ٹوٹی ہیں جو آفات کہوں کیا تجھ سے
میں جہاں تھا وہیں اب بھی ہوں زہے حسن عمل   میں نے بدلے نہیں حالات کہوں کیا تجھ سے
اب بھی ہے حب وطن کا وہی جذبہ باقی   جس کی پیکر ہے تری ذات کہوں کیا تجھ سے
ترجمان جسکے نظر آتے ہیں چہروں کے نقوش   سوچتا ہوں کہ میں وہ بات کہوں کیا تجھ سے
جبر اغیار کی روداد بہت تلخ سہی   آہ اپنوں کی عنایات کہوں کیا تجھ سے

تیری آواز ہے ہم پایہ الہام سنا
پھر مستقبل ملت کوئی پیغام سنا

اپنے دیس کی خبریں

گورکھپور

میاں صاحب اسلامیہ کالج کی بزم ادب نے اس سال مباحثہ، مناظرہ، شعر خوانی، ذہانت بیت بازی اور مضمون نویسی کے مقابلوں کے علاوہ ایک ادبی ڈرامہ بھی اسٹیج کیا جو اردو کے مشہور شاعر انشا کی آخری زندگی سے متعلق تھا۔

انشا کا کردار کالج کے ایک ہونہار طالب علم رئیس احمد نے پیش کیا جو بہت پسند کیا گیا۔

انجمن کی خبریں

لکھنؤ

۴۔فروری۔ آج انجمن ترقی اردو لکھنؤ کی مجلس انتظامیہ کا جلسہ پنڈت کشن پرشاد کول صاحب کی صدارت میں گنگا پرشاد ہال کے لائبریری روم میں منعقد ہوا۔ سکریٹری نے رپورٹ میں بتایا کہ انجمن نے نومبر کے آخر سے یہہ کام شروع کیا تھا کہ بچوں کے سرپرستوں سے اس قسم کے فارم پر دستخط کرائے جارہے ہیں کہ ہمارے بچے کی مادری زبان اردو ہے۔ اس لئے اس کی ابتدائی تعلیم اردو میں ہونا چاہئے۔ اب تک ۵۰۰۰ فارموں پر دستخط ہوچکے ہیں اور فارموں کی مانگ برابر بڑھ رہی ہے۔

جلسے میں طے پایا کہ اپریل کے وسط میں ان لوگوں کا ایک کنونشن لکھنؤ میں بلایا جائے جو اس اصول کے حامی ہیں کہ بچوں کی ابتدائی تعلیم ان کی مادری زبان میں ہونی چاہئے۔ اور پھر اس کنونشن کے سامنے یہہ مسئلہ رکھا جائے کہ یوپی میں وہ بچے جن کی مادری زبان اردو ہے اس جمہوری دور میں دوسری زبان میں تعلیم حاصل کرنے پر مجبور کئے جارہے ہیں۔ اور مشورہ کیا جائے کہ اس سلسلے میں کیا اقدام کرنا چاہئے۔ یہہ تجویز مرکز کو بھیج دی گئی ہے۔

شاہجہان پور

نکہت شاہجہان پوری صدر بزم ادب اطلاع دیتے ہیں کہ

تعلیمی ہفتہ سنہ ۱۹۵۱ع کے سلسلہ میں بزم ادب جی۔ ان کالج نے ۱۲ جنوری سے ۲۱ تاریخ تک ادبی و علمی مشاغل کا سلسلہ جاری رکھا۔ یو۔ان۔او کے اجلاس کی نقل تقریری و تحریری مقابلے، مختلف شعبہ ہائے کالج میں ہر طرف انعامات، ٹرافی، سرٹیفکیٹ، کپ کی تقسیم غرض ان مصروفیات میں پورا ہفتہ صرف ہوا۔ شعبۂ اردو کی سرگرمیوں کا سہرا بزم ادب اور اس کے مخلص کارکنوں کے سر رہا۔

۲۰ جنوری سنہ ۱۹۵۱ع کو ۱۰ بجے صوبائی خطابت کے مقابلے زیر صدارت پروفیسر نکہت شاہجہان پوری صدر بزم ادب و شعبۂ اردو ہوئے۔ کالج کی رننگ ٹرافی اسلامیہ کالج بدایوں کو ایک سال کے لئے دی گئی۔ یہاں کے بہترین مقرر نیاز احمد صاحب صدیقی تسلیم کئے گئے۔ مضمون "مجوزہ عنوان یعنی "ترقی پسند ادب قدیم ادب سے زیادہ بہتر ہے" پر ایک پاکیزہ تقریر فرمائی۔ دوسرا انعام سید مشہود حسن صاحب متعلم بی۔اے، جی۔ان کالج شاہجہان پور کو دیا گیا۔

۱۸ جنوری سنہ ۱۹۵۱ع کو ۷ بجے زیر صدارت سید جان عالم میاں صاحب بی۔اے، ایل۔ایل۔بی وکیل مجلس مشاعرہ منعقد ہوئی جس میں مختلف اساتذۂ فن نے شرکت فرمائی۔ اس مجلس کی سب سے بڑی خصوصیت "آثار غالب" پر بصیرت افروز مقالے تھے۔

صدر شعبہ ہائے اردو، فارسی، ہندی، اور انگریزی نے مجتمع ہوکر مقابلہ مضمون کا جس میں مختلف زبانوں کے اسکالر شریک ہوئے۔ اردو سیکشن میں بہترین مضمون نگار سید مشہود حسن صاحب متعلم بی۔اے جی۔ان کالج شاہجہان پور کو تقسیم کیا گیا۔ اور ان کی خدمت میں اعلی کتب پیش کی گئیں۔

کالج کا میگزین فروری سنہ ۱۹۵۱ع میں شائع ہوگا۔ اس کا اردو سیکشن ادبی تنوع کے لحاظ سے "صبح نو" کے نام سے شائع کیا جائیگا۔

حیدرآباد

مولوی حبیب الرحمن صاحب معتمد اعزازی اطلاع دیتے ہیں کہ:-

یکم فروری ۱۹۵۱ کو شام کے ۵ بجے انجمن ترقی اردو حیدرآباد کا سالانہ جلسہ حبیب الرحمن صاحب صدر انجمن کے مکان پر منعقد ہوا۔ نواب اکبر یار جنگ بہادر نے صدارت فرمائی ۲۴ ارکان شریک تھے:-

سب سے پہلے معتمد نے گذشتہ جلسہ عام کی روئداد پڑھ کر سنائی جس کی توثیق کی گئی۔ اس کے بعد تمام اراکین نے کھڑے ہو کر ذیل کی قرارداد منظور کی:

"انجمن ترقی اردو (حیدرآباد) کی مجلس عام کا یہ جلسہ رائے ہربنس چند صاحب کے اچانک انتقال پر اپنے گہرے جذبات رنج کا اظہار کرتا ہے۔ وہ ہماری انجمن کے سرگرم رکن تھے۔ اُن کی بے وقت موت کو انجمن اپنا بڑا نقصان تصور کرتی ہے۔ دعا کرتی ہے کہ اُن کی آتما شانتی سے رہے اور ان کے پس ماندوں کو صبر عطا ہو"۔

اس کے بعد معتمد نے گذشتہ سال کے کام پر ایک رپورٹ پڑھ کر سنائی۔

بعد ازاں (ے-ب-ii) قواعد انجمن کے تحت عہدہ داروں اور اراکین مجلس انتظامی کا انتخاب کیا گیا جس کی یہ تفصیل ہے:-

صدر۔ نواب اکبر یار جنگ بہادر۔

معتمد خازن۔ حبیب الرحمن صاحب

اراکین مجلس انتظامی۔

غلام یزدانی صاحب۔ محمد سجاد مرزا صاحب ہارون خان صاحب شروانی جانکی پرشاد صاحب۔ نواب سعید جنگ بہادر۔ زینت ساجدہ بیگم۔ ڈاکٹر یوسف حسین خان صاحب۔ محمد عبد القادر سروری صاحب نرسنگ راو صاحب۔ ڈاکٹر سید محی الدین قادری صاحب زور۔ بل بیر پرشاد صاحب۔ ابو الحسن سید علی صاحب۔

اراکین نے معتمد کی اس تحریک سے اتفاق کیا کہ امداد باہمی کے اصول پر "حیدرآباد کوآپریٹو اردو اشاعت گھر لیمیٹڈ" کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا جائے جس کا خاص مقصد اچھی اور قابل فروخت اردو کتابیں شائع کرنا ہو۔ اگرچہ یہ ادارہ انجمن ترقی اردو حیدرآباد ہی کے اراکین کی دلچسپی اور عملی کوشش سے قایم ہو رہا ہے، پھر بھی چونکہ اس کی رجسٹری ایک الگ قانون کے تحت ہوگی اس لئے اول الذکر سے اس کا کوئی قانونی تعلق نہ ہوگا۔ مجلس عام کے جو اراکین جلسے میں موجود تھے ان میں سے اکثروں نے اس ادارے کے حصے خریدنے پر رضامندی ظاہر کی۔

پھر معتمد نے یہ تحریک پیش کی کہ اس سال انجمن کی طرف سے ایک اردو کانفرنس کا انعقاد مناسب ہوگا۔ اراکین نے اس تجویز کو پسند کیا۔ آیندہ اپریل میں جمعیتہ العلماء ہند کا سالانہ اجلاس حیدرآباد میں ہو رہا ہے۔ اس لئے اخراجات میں کمی کرنے کے خیال سے طے کیا گیا ہے کہ حیدرآباد اردو کانفرنس کا اجلاس بھی اسی زمانے میں کیا جائے۔ یہ بھی طے ہوا کہ پنڈت برج موہن دتاتریہ کیفی صاحب سے اس جلسے کی صدارت کے لئے درخواست کی جائے۔ نیز باہر سے اردو کے مشہور ادیبوں اور شاعروں کو بھی شرکت کی دعوت دی جائے۔ اور کانفرنس کے ساتھ ایک مشاعرہ بھی رکھا جائے۔ مجلس انتظامی اس بارے میں ضروری کارروائی شروع کر دے۔

نواب ناظر یار جنگ بہادر نے یہ تحریک پیش کی کہ مرکزی انجمن سے جتنی کتابیں شائع ہوتی ہیں وہ انجمن ترقی اردو (حیدرآباد) کے اراکین کو رعایتی قیمتوں پر بھیجی جائیں بعض دوسرے اراکین کو اس تجویز سے اتفاق نہیں تھا۔ کسی قدر بحث کے بعد یہ طے ہوا کہ معتمد اس بارے میں مرکزی انجمن کے جنرل سکریٹری صاحب سے مراسلت کر کے اُن کی رائے معلوم کرے۔

صدر کے شکریے کے بعد ساڑھے ۶ بجے جلسہ برخواست ہوا۔

حیدر آباد میں اردو

حیدر آباد ۔ ۱۱ جنوری ۔ مسٹر سری نواس راؤ مدلوکر معتمد کمیٹی زبان سرکاری اپنے ایک بیان میں کہتے ہیں کہ یہہ غلط فہمی پیدا کی جارہی ہے کہ ہم اُردو کو ملنگی، مرہٹی و کنڑی کے خلاف عوام پر مسلط کرنا چاہتے ہیں جب کہ ہم ہندی کو سرکاری و عدالتی زبان بنانا چاہتے ہیں اور مقامی زبانوں کے اپنے حدود میں ترقی کرنے کے دل سے خواہاں ہیں ۔ ہماری مخالفت صرف انگریزی سے ہے اور ہم عبوری دور کے لئے حیدر آباد کی عدالتی زبان اُردو کو جاری رکھنا چاہتے ہیں ۔ جو دستور کی (۱۴) زبانوں میں سے ایک ہے ۔ حیدر آباد کا بچہ بچہ اُردو جانتا ہے اور لیڈرین صرف اُردو ہی میں تقاریر کر سکتے ہیں ۔ افسوس کہ متعدد بار توجہ دلانے پر اسٹیٹ کانگریس اس طرف کوئی توجہ نہیں دے رہی ہے ۔ اور انجمن وکلاء حیدر آباد خلاف دستور انجمن جلسہ عام طلب کرنے سے گریز کررہی ہے ۔ اس سلسلہ میں مباحث کے لئے آنند بھون شنکر باغ میں شنبہ کو جلسہ ہوگا ۔

(دکن نیوز)

رسالے اور کتابیں

ترقی (خاص نمبر)

مقام اشاعت: ترقی پبلیکیشنز، ڈی ماوتی
بنگلور نمبر ۲
قیمت فی پرچہ سوا روپیہ

یہہ رسالہ ابھی حال ہی میں بنگلور سے نکلنا شروع ہوا ہے ۔ کتابت و طباعت کے اعتبار سے دیدہ زیب اور مضامین نظم و نثر کے اعتبار سے بھی سنجیدہ اور معیاری پرچہ ہے ۔ مقالات میں ڈاکٹر اعجاز حسین کا مقالہ "جوش کی سیاسی شاعری" اور ڈاکٹر زور کا "اصغر گونڈوی" بہت دلچسپ ہیں، افسانوں میں یوسف ضان کا افسانہ "بابا" ایک اچھا افسانہ ہے اور حقیقت نگاری کا کامیاب نمونہ ہے ۔ حصہ نظم میں حضرت جلیل مانکپوری مرحوم کی ایک غیر مطبوعہ غزل بھی شائع ہوئی ہے جو ایک نادر تحفہ ہے اس کے علاوہ حضرت آرزو لکھنوی، حضرت نوح ناروی، عزیز صدیقی، خمار بارہ بنکوی، نذیر بنارسی اور دوسرے نامور شعراء کا کلام بھی رسالے کی زینت ہے ۔ اس حصے میں جناب آل احمد سرور کی ایک پرانی نظم "ٹیپو کے مزار پر" بھی شائع کی گئی ہے جسے غالباً اہل دکن نے ٹیپو سے عقیدت کی بنا پر اپنے رسالے میں دوبارہ شائع کیا ہے ۔

بحیثیت مجموعی یہہ رسالہ بہت صاف ستھرا ہے اور اس لحاظ سے اور بھی قابل قدر ہے کہ بنگلور جیسی بنجر زمین سے اُردو زبان کا اتنا اچھا رسالہ نکلتا ہے ۔ اُمید ہے کہ اراکین ادارہ اسے اور بھی زیادہ ادبی معیار پر لائیں گے اور "ترقی" کو زبان و ادب کی ترقی کا بہترین آلہ کار بنائیں گے ۔

سفینہ اور ساحل

مصنف: عزیز وارثی، ناشر: مکتبہ شان ہند، دہلی، قیمت: ایک روپے آٹھ آنے ۔

سفینہ و ساحل جناب عزیز وارثی کی غزلوں اور نظموں کا مجموعہ ہے ۔ عزیز حضرت نوح ناروی کے شاگرد ہیں، سنا جاتا ہے کہ حضرت نوح کے شاگردوں کی تعداد پانچ چھہ سو سے زیادہ ہے ۔ ان تمام شعراء میں کتنے ہیں جو اپنے نام کے لئے تاریخ کے صفحات میں جگہ نکالیں گے، اس کے بارے میں ابھی کچھہ نہیں کہا جاسکتا ۔ حضرت کیفی دہلوی، حضرت نوح ناروی گلزار دہلوی، کنور مہندر سنگھ بیدی وغیرہ نے مصنف کے بارے میں تعارفی مضامین لکھے ہیں ۔ بجائے خود کتابوں کے ساتھہ اس قسم کا تعارف کوئی اچھا طریقہ نہیں ہے ۔

کتاب کو خود ہی اپنے مصنف کا تعارف کرنا چاہئے ۔

گردپوش پر مصنف کی تصویر ہے جس کے نیچے اوگھٹ شاہ وارثی کی ایک تحریر ہے جس میں موصوف نے شاعر کی ترقی کے لئے دعائیں مانگی ہیں ۔ آمین ثم آمین ۔

نتائج امتحانات جامعہ اردو

سنہ ۱۹۵۰ع

ادیب ۔ درجہ اول ۔ عبدالرؤف ، آفاق احمد ۔

درجہ دوم ۔ زاہدہ بانو ، یوسف حسن صدیقی ، محب احمد خاں ، مختار الہی ، مہر النساء ، صبر النساء ، اقلیم النساء ، آنسہ یوسف عثمانی ، آنسہ انجم آرا عثمانی ، زینت النساء ، محبوب خان ، علی شیر ، حافظ محمد عباس خاں ، محبوب عالم ، معین الدین اسلام فاطمہ ، علی احمد خاں ، عبدالقادر ، حافظ محمد مصطفی علی ، سید عبد الہادی ، سراج الرحمن ، محمد نثار حسین ، محمد سجاد حسین ، نثار علی شاہ ، محمد حبیب حسن صدیقی ، حرۃ الملکہ باقی ، زیب النساء ، لمعت باقی ، ثریا بانو ، آمنہ اللہ باقی ، حسن مسعود ہاشمی ، عبدالمنان ، معصوم علی خاں ، انعام اللہ ، عبد السلام خاں ، محمد ظہور الحسن انصاری ، محمد ولی اللہ صدیقی ، سید حفیظ احمد ، فرحت علی خاں ، محمد عمر خاں ، محمد یسین صدیقی ، اسرار حسن منصوری ، کبیر احمد ، سید جمیل احمد ، محمد جمیل نقوی ، پرجیس جہاں بیگم شمسی ، شاہجہاں افضال ، شفیق احمد ، محسن علی ، محمد سلیمان ، محمد ظہیر الدین خاں ، محمد سلطان ، شیخ آدم سید ارشاد حسین ، سعید احمد انجم ، مقبول اصغر صدیقی ، شیخ محمد رئیس ، سید عیسی رضوی ، سیدہ سادسہ نور سعیدہ نسرین ، اختر سعیدہ ، قیوم ، مشرف جہاں خواجہ ، ریاض محمد خاں ، محمد ابراہیم ، محمد الیاس خاں ، ایس ایم عبدالخالق ، محسن علی ، خلیل الرحمن ، سید حبیب الرحمن ، عبدالقیوم ، محمد صدیق ، سید عماد الدین حیدر ، سید ذیشان حیدر عابدی ۔

درجہ سوم ۔ سید عزیز الدین ، سید شمیم الحسن ، جعفری نکہت عثمانی ، عقیلہ بیگم ، نعیمہ ، عباد اللہ خاں ، محمد شفیع ، سید شہنشاہ علی خاں نقوی ، عبدالواحد خاں ، شریف احمد نواب ، نفیس فاطمہ ، اختری بیگم ، عنتری بیگم ، سیاپا سلو لیٹر ، سعیدہ خاتون ، انیس بانو نشاط ، سیدہ پرجیس فاطمہ ، اکبر علی ، غلام صفدر قریشی ، حشمت اللہ خاں ، محمد حسین صفدری ، محمد حسین ، صالح اصفہانی ، زین الدین شمسی ، فدا حسین ، اسمعیل ، سیف الدین ، عبدالغنی ، عبدالعزیز خاں ، غلام عباس ، جان محمد ، ابدال الدین انصاری ، سید منظور علی چشتی ، انوری بانو انصاری ، عزیز فاطمہ ، طاہرہ بیگم ، اسرار حسین ، عابد حسین صدیقی ، سید خورشید علی زیدی ، حسین بتول رحمانی ، ناز فاطمہ نصیری ، مبشر افروز صدیقی ، ذریہ خاتون ، محمد شریف خاں ، محمود علی خاں ، محمد رفیق خاں ، محمد عمر دراز خاں ، عبداللطیف خاں ، عبدالمجید ، حافظ عبدالماجد ، معین الدین قریشی ، بدر الدین ، عبدالشکور خاں ، محمد صدیق خاں یوسف زئی ، فہمیدہ بیگم ، حبیب اختر ، محمد شمیم حسین انصاری ، رشید احمد صدیقی ، سید فیاض احمد ، مختار علی صدیقی ، کلیم احمد ندوانی ، سید حسن احمد رضوی ، ناہید انجم کمال ، کنور اعتقاد علی خاں ، محمد شفیع ، نثار حسین ، حسینہ خاتون ، سید محمد اوسط علی ، سید محمد رضا علی ، ایس فخر الاسلام شمسی ، ناہید سوان شمسی ، محمودہ خاتون ، قمر سلطانہ ، انجمن آرا ، سخاوت حسین ، علی احمد قریشی ، عصمت علی خاں زبیری ، اقرار حسین ، سید محمد علی ، محمد مصطفی علی خاں ، حافظ نثار احمد ، نذیر احمد ، اسرار احمد ، سعید احمد ، محمد آمین ، شیخ سلطان ، ضیاء الدین ، سید شوکت علی ، محمد سعید ، تسکین الدین نعیمی ، امت الزہرا ، ریحانہ حمید ، سلطان زہرہ ، ذکیہ سلطان اختر ، رضیہ مقدس ، راضیہ عباس ، جلیس صدیقی ، عائشہ پروین ، ساجدہ منیر ، اصغر علی ، سعید احمد ، محمد سمیع صدیقی ، محمد مبین انصاری برنی ، احمد انوار صدیقی

محمد یعقوب علی صدیقی، محمد صدیق نگار، شریف احمد قریشی، چھتر پال سنگھ، محی الدین احمد شبیر احمد، سوہن لال، جانکی پرشاد، جاگن لال، محمد یونس خان، محمد حنیف خان، رام پرکاش، برکت اللہ، اطہر حسین، شیخ محمد عمر، محمد حسن انصاری، حافظ سید محمد صدیق حسن، محمد شریف، حافظ عبداللطیف خان، محمد شفیع، تربت سنگھ، کنور چھتر سنگھ، عزیز محمد، سیدہ مدینہ خاتون سیدہ نسیمہ خاتون، سیدہ ذہینہ خاتون، سیدہ کشور جہاں، سیدہ زوار مہدی، سیدہ جہاں افروز سیدہ بہار فاطمہ، سید علی تقوی، سید ناظم حسین، سید سبط محمد عابدی، سید رضا حسین عابدی، قیصر بانو، آمنہ خاتون، سیدہ اختری خاتون، عزیز النساء، بنت الزہرا بی بی۔

ادیب ماہر۔ درجہ اول۔ محمد منیر احسن، انصار زاہد خان، آنسہ ثریا خاتون عثمانی، شریف احمد، آنسہ شاکری خاتون عثمانی، ابو الاختر محمد دستگیر خان۔

درجہ دوم۔ نبی داد خان غوری، عائشہ خاتون عرف مونس فاطمہ، منزمل بیگم، سید خورشید الحسن، محمد شمیم احمد، ملک مشتاق احمد، محمد حنیف خان، محمد نذیر احمد، شوکت علی، حیدر مہدی خان، سید افسر حسین، کلیم احمد، سید ضمیر حسن رضوی، محمد شمیم عثمانی، صالح محمد سندھی، عبدالحفیظ خان، شیخ ابو الفتح سرکار احمد قدوائی، شیخ ابو الفتح عارف حسین قدوائی، محمد اسحاق، اقبال احمد خان نشاط، حبیب اللہ خان، نور محمد، عالیہ طلعت قدوائی، اظہار الحق، مرغوب امین، شوکت اللہ صدیقی، شفیع الرحمن خان سوری، حافظ اقرار احمد عباسی، عبدالحمید، سید نور الحسن، عزیز احمد، محمد جمیل خان، سید ثاقب حسین رضوی، صالحہ بیگم صدیقی، سید مصطفیٰ حسین عابدی، محمد یوسف جعفری، سید مدثر علی، سید مبصر علی، مخدوم جابر برہانی، ضمیر الدین احمد، صابر حسین مفتی، سائرہ سلطانہ، عزیز بانو، مس شاہ رخ سلطانہ چغتائی، مس ماہ رخ سلطانہ چغتائی، مس عزیز فاطمہ، سید حیدر رضا موسوی، آباد علی، جمیل الدین، محمد حنیف، بہادر علی شاہ، قاضی محمد خلیل حیدری، ناصر الدین، اقبال سکندر شاہین، مصاحب علی خان، اعجاز احمد عثمانی، عبدالخالق، پارکر ارل ہاورڈ، سید محمد یونس، محمد مستقیم خان، نسیم احمد، سید حسین رضا، حافظ محمد اختر، سید ناصر حسین نقوی، ایس کے عبدالماجد، محمد ظہیر الدین صدیقی، سیدہ جلیس فاطمہ، بدر مسعود، نور جہاں شکیل، سیدہ عاصمہ اختر، مہر سلطان، شاہدہ ادیب خانم، حافظ عبدالوحید صدیقی، نثار احمد خان، محمد عبدالحفیظ، عتیقہ بیگم، مریم بی عصمت، عذرا بیگم، محمد شفیق خان، محمد عارف خان، عبدالوحید خان، نور احمد، محمد یحیی خان، رحمت اللہ خان، امان اللہ خان انجم، سیدہ عارفہ خاتون، سیدہ خالدہ خاتون زیدی، مس خورشید اقبال، ظفر حسین مفتی، سید شوکت علی آزاد۔

درجہ سوم۔ حافظ محمد ایوب خان، کریم الدین قریشی، انیس فاطمہ، خلیل الرحمن خان، اصغر علی بھالم والا، اکرام الدین خان، عبدالشکور، فخر الدین، ایم طاہر علی، شیخ ابو الفتح، بنیاد حسین قدوائی، نظر محمد، سید اقبال عباس عباسی، منور حسن، عبدالغنی خان، یوسف زئی، شیخ برکات احمد قریشی، عبدالرشید، فیض محمد خان، یوسف زئی، محمد سلیمان خان، ناز رفیقی، مغیث الرحیم سراب، نظر محمد غازی، خورشید الحسن قریشی، طیبہ بیگم انصاری، حسنات احمد قریشی، سید شفیق حسین، عثمان محمد خان، عابد رضا خان، احمد فاطمہ قریشی، محمد ناظر علی، شفیق الرحمن، امین الدین، محمد آفتاب علی خان، نفیس الدین خان، سید انصار حسین، تفویض احمد، محمد احمد اللہ خان، منور علی خان، آفتاب احمد، محمد منصور احمد، محمد نہال الدین، محمد توحید الحسن، محمد وسیم اصلی، سید عبدالرشید شوق، ابن یوسف کریمی، ایس محمد عثمان، احمدی بیگم شروانیہ، مہر النساء بیگم،

عزت آرا عزیز، منی بیگم، مس جمیلہ خانم، سیدہ ملکہ اختر، محمد صدیق، علی محمد، محمد زکی، صغیر حسن، محمد راحت محمد صابر علی جعفری، سید نور الہدیٰ عرف محمد احمد، عنایت اللہ جوہر، محمد ابو الحسنات خاں، احمد بخش، احمد وقار وائقی، نظام الدین، نسیم اللہ، عبدالحمید، گل محمد خاں، احمد حسین، سید خورشید حسین زیدی، سید انصار حسین ساجد، سید افضال مہدی، محمد ایوب انصاری، خلیل الرحمن خاں ترین، سید فخرالدین محمد بلے، سید نواب علی۔

ادیب کامل۔ درجہ اول۔ زبیدہ سلطان، رفیع اللہ انصاری۔

درجہ دوم۔ شہناز ہاشمی، مس گل رخ سلطانہ چغتائی، سید افضال حسین تبسم، سید یاور حسین، احمد رفیع صدیقی، عبدالشکور، جود القہار، مرزا جہاں قدر قمر چغتائی، صبغت اللہ، ابو الفضل، محمود الدین عثمانی، محمد اسحاق، کنہیا لال گپتا، راجہ رام، نظام الدین عباسی، رضی احمد صدیقی، محمود ظہور، خواجہ محمد عبدالحئی، قاضی محمد سمیع عباسی، خدیجہ بیگم، عبدالحمید خاں، جمیل احمد خاں، جمیل احمد، نصرت بانو، محمد بخش، محمد اعجاز خاں، امتیاز الحق، سید مہدی حسن، سید یونس حسین، سید محمد نقوی، محمد شبیر خاں، عبدالرزاق خاں، ریاض احمد، صفیہ سلطان۔

درجہ سوم۔ سید ظفر عباس نقوی، احمد نور خاں نورانی، حکیم سید امجد علی رمزی الوارثی، محمد مظاہر الدین عباسی، منظور الحق فاروقی، قاضی اعجاز حسین صوفی، مختار محمود فریدی، سید ابو سعید سبزواری، محمد امیر اختر قریشی، عزیز محمد خاں، بدیع الزماں، محمد خلیل اللہ، نور حبیب غوری، خلیل الرحمن خاں، عبدالمالک غوری، محمد طاہر، سید شبیہ الحسن عابدی، سید رضا حسین تسلیم۔

سید ظہیر الدین علوی رجسٹرار جامعہ اردو

علی گڈھ ۲۴ جنوری سنہ ۱۹۵۱ع

"پرچھائیں"

کے متعلق معاصر آجکل کی رائے

"مصنف نے نثر میں شاعری کی ہے۔ انداز بیان میں انفرادیت ہے۔ یہ طلسمانہ افسانہ قلعہ احمد نگر کی اسیری کے زمانہ میں تصنیف ہوا..... اس زمانہ میں **صوری اور معنوی دونوں حیثیتوں سے اس سے زیادہ حسین و جمیل کتاب دیکھنے میں نہیں آئی۔**"

مصنف: سید آصف علی صاحب، گورنر اڑیسہ۔ قیمت۔ چار روپے۔

ناشر: انجمن ترقی اردو (ہند)۔ علی گڈھ

به اہتمام عزیز حسین منیجر مسلم یونیورسٹی پریس علی گڈھ چھپا اور قاضی عبدالغفار صاحب پبلشر نے صدر دفتر انجمن ترقی اردو علی گڈھ سے شائع کیا۔